

پُہنچی وہیں پہ خاک

عفت سحر طاہر

ناولٹ

پر ہاتھ جمائے کھڑا دیکھ کر میری زبان تالو سے چپک گئی۔
”مگر اس کی شادی تو سومیہ سے ہو رہی ہے اور وہ
دل و جان سے اس شادی پر راضی ہے۔ غلط بددعا نہیں
مت دو۔ یوں کہو کہ اگر وہ سومیہ سے شادی نہ کرے
کنوارا ہی رہے۔“

تو رین کو از میر پر کچھ زیادہ ہی غصہ تھا۔
مگر اس وقت جو کچھ میری آنکھیں دیکھ رہی تھیں
اس سے وہ سب انجان تھیں کیونکہ بد قسمتی سے ان
کی پشت پر ”دیدہ بیٹا“ نہیں تھا۔
”نہیں۔۔۔ خیر اب اپنی پسند کی شادی کرنا ایسا ہی

”اس دنیا میں اگر آخری لڑکا بھی بچتا اور وہ از میر
بٹ ہو تا تو میں اس سے شادی سے بہتر خود کشی کو
گردانتی۔ خدا کسی لڑکی کو از میر بٹ جیسا سنگین تر نہ
دے۔“ میرا انداز ہمیشہ کی طرح جذباتی تھا۔
مگر میری بات سن کر چڑیا جیسے دل کی مالک ریحہ کو
کچھ ہوا تھا۔

”ہائے۔۔۔ رو بھال۔ تو کیا تم کنواری ہی مر جاؤ گی؟“ اس
کی فضول پیش گوئی پر میں نے اپنے دھی جذبہ بات کو
نیالوقت ایک طرف رکتے ہوئے دانت چیس کر کہا۔
”تم تو اپنا منہ بند ہی رکھو۔ نا صرف دل بلکہ دماغ

عفت سحر پاشا



کوئی جرم نہیں ہے۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں کہ ہر مرد
شریعت کی اس شق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چار
شادیاں کرتی چاہئیں۔ ہمیں نے تھوک نچتے ہوئے
بہ شکل مسکرا کر کہا تو وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھنے
لگیں۔

”کس قدر ظالم ہو تم رو بھال۔ ابھی تو بھولی بچیا
پھیلا کر از میر بٹ کے نام کی بددعا میں اللہ کو پارسل
کر رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی بیچاری سومیہ کی زندگی
میں کروڑ میڑا کل جیسی تباہی لانے کے ورپے ہوئی
ہو۔“

فاقہ نے متا فائدہ انداز میں کہا تو میں گہری سانس
بھر کر رہ گئی۔ اب اگر آج ہماری موت آئی گی تو

بھی چھوٹے سائز کا ہے۔ دادی بونسی تمہیں چڑیا نہیں
کہتیں۔“

”ہائے سومیہ۔۔۔“ ہمیں اپنی بحث میں الجھا ہوا
پاکر فائقہ نے صبیحہ خانم جیسی کہ بھری تو ہمیں اپنا
سابقہ موضوع تماشہ جوش و خروش کے ساتھ دوبارہ یاد
آگیا۔

”اللہ کرے از میر بٹ تمہاری شادی بھی کسی ایسی
جگہ ہو جہاں لڑکی تم سے شادی کرنے پر بالکل بھی رضا
مند نہ ہو۔“

میں نے پھر سے اسے یہاں نہیں دعا دی یاد دعا۔ مگر
ساتھ ہی نگاہ سامنے دروازے کی طرف اٹھی تو از میر
بٹ کو خشکیں نظروں اور کڑے تیوروں کے ساتھ کمر

مردوں کو چار شادیوں کی اجازت ہے۔ بس یہی دین و دنیا کی باتیں گرد ہی سمجھی ان سے۔
میں بیٹھ کی طرح دھڑائی سے سحر گئی تو وہ کئی لمحوں تک تیز نظروں سے مجھے گھورتا رہا۔

اب ظاہر ہے اتنا یہ قوف تو نہیں تھا کہ کاتوں سنی کو غلط سمجھ کر مجھے سچا مان لیتا۔ مگر اس وقت شاید وہ اپنے مخصوص قائلانہ موڈ میں نہیں تھا اس لیے دلوا جان کی تاریخی ہندو کی کارکردگی چیک کرنے کا ارادہ کسی اور وقت پر نالٹا اپنی بسن کی طرف مڑ گیا۔

”اور تم اس کی فضول گوئی سے بہرہ ور ہونے کے بجائے کبھی کچھ میں جھانک لیا کرو شاید اس طرح تمہاری عاقبت سنور جائے۔“ اس کے طنز نے سدا کی کام چور زرمینہ کو پانی پانی کر دیا مگر میری زبان میں بھر سے کھجلی ہوئی تھی۔

”اگر یہ وہی عاقبت سنور نے لگے تو ہر کوئی کچھ ہی میں پایا جائے۔“ ساتھ ہی میں نے اپنی زبان دانوں تلے رکھی۔ وہ سب بھی یقیناً میری بد زبانی پر دل تھا۔
جینچی تھیں۔ میں نے دزدیدہ نظروں سے سامنے دیکھ کر تو لیدر کی براؤن چمچل میں متعید محض اس کے سیر کھائی دیے۔

”کچھ غلط نہیں ہو گا اگر یہ آج ہی دادا جان کی تاریخی ہندو کی ٹرائلی لے لے۔“ میں نے دل ہی دل میں آؤ بھرتے ہوئے اپنی بھری جوانی کی متوقع موت کا افسوس منایا تھا۔

”تم لوگوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟“ وہ یقیناً حیران تھا۔ بھلا لڑکیوں جیسی حقیر صنف (موصوف) کے خیال میں) میں اتنی ہمت کہاں کہ وہ اس کے سامنے جھڑپڑتوں۔

زرمینہ تو فوراً ہی اپنی عاقبت سنوارنے کے لیے کچن کی طرف بھاگی تھی۔

”میں ذرا عصر پڑھ آؤں۔“ چڑانے بھی آؤں تو لے تو دوپٹے سروپ بر اوڑھے معزز ترین و کھائی وچنے کی ”کو شش“ کرنی فائدہ اور نورین بھی اس کے ساتھ

میں بچاری کیا کر سکتی تھی۔ وہ یونہی کڑے تیور لیے ان کے سر پر گن کھڑا ہوا تھا۔ دینر قائلین نے اس کے چہروں کی آہٹ جذب کر لی تھی ورنہ وہ شاید اس ”ناگامی“ سے باخبر ہو ہی جاتیں۔

”میرا بس چلے تو میں دلوا جان کی تاریخی ہندو کا مار کر۔“

”شہناش۔ یہاں تو بڑی عالمانہ گفتگو ہو رہی ہے۔“ میری چڑیا جیسی بسن کی بات ”زندگی میں پہلی مرتبہ کھیل کھیلوں سے بڑھ کر ہندو تک پہنچی تھی مگر از میرٹھ کے طنز سے بھرپور لہجے نے اس کے اس ”تاریخی“ جھلے کا گانا گھونٹ دیا۔

”ہاں تو چڑیا صاحبہ! کیا کریں گی آپ اس تاریخی ہندو کو مار کر؟“

وہ بڑے طنز پر انداز میں پوچھ رہا تھا اور ریجہ بچاری پر سز سے پاؤں تک لرزہ طاری تھا۔

”وہ۔۔۔ میں۔۔۔ دراصل وہ تاریخی ہندو ہے نا۔ لکھے لکھے رنگ آلود ہو گئی ہے تو میں کافی عرصے سے سوچ رہی تھی۔ اسے تیل وغیرہ دوں۔“

وہ جو منہ میں آیا بولے گئی۔ کوئی اور موقع ہوتا تو ہم سب کانٹنی کے مارے ہر حال ہو یا مگر فی الحال تو سب کو اپنی شامت سر پر کھڑی محسوس ہو رہی تھی۔

”اس کی تم فکر مت کرو۔ اسے میں وقتاً فوقتاً“ صاف کرنا رہتا ہوں بلکہ اب کافی عرصے سے اس کی ”کارکردگی“ چیک کرنے کا سوچ بھی رہا ہوں۔“ اس نے بڑے رمان سے کہا تو چڑیا صاحبہ کی ری سی بولتی بھی بند ہو گئی۔

”اور تم۔“

وہ میری طرف پلٹا تو میں دل ہی دل میں جل تو جلاں تو۔ کا درد کرنے لگی کہ جب ”بٹ“ کو غصہ آتا تھا تو پھر یہی ایک سو رو کلام آتا تھا۔

”تم کیا بیٹیاں بڑھا رہی ہو ان سب کو۔؟“

”کچھ بھی تو نہیں“ یونہی باتوں باتوں میں مردوں کی شادی کا ذکر چلا تو میں انہیں بتا رہی تھی کہ شریعت میں

اور وہ بھی اس پنڈم مصیبت کی وجہ سے۔
 ”میرا بھائی ہے ہی اس قابل کہ کوئی بھی اس کے
 پیچھے جوگ لے سکے۔“ زرمینہ بی بی اپنی ”عاقبت“
 سنوارنے کے بعد دانت ٹکاتی چلی گئی تھیں۔ میں
 نے بلا تکلف اس کی پٹیا سمجھ لی۔
 ”تھو اس اپنے بھائی کی خاطر گروپ سے فدااری
 کر دی ہو۔“

”سوری۔“ میں نے فوراً ہاتھ جوڑ دیے تھے۔
 مجھے بھی یہ سوچ کر اسے معاف کرنا ہی پڑا کہ جتنے تین
 دنوں سے وہ اپنے بھائی کو کونے میں ہماری شرارت دار
 رہی تھی۔

آخر کیا کرتے از میرٹ کا جرم ہی اتنا سنگین تھا۔
 سومیر بشیر ہماری بڑی چھپو کی انگوٹی دختر نیک اختر۔
 چھپو تو اس کی پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی اللہ سے
 جا ملیں جبکہ پانچ سال پہلے چھپو جہان بھی داغ مفارقت
 دے گئے تھے۔ محبت کرنے والے دادا دادی اور
 شفقت لانے والے تایا چچا گرجا نہیں چھ ماہ قبل
 سومیر بشیر پر کیا اللہ تباری کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ
 انھیال آئیگی۔

منظور اور تک چڑھی سی سومیر کا سب ہی نے
 بڑے جوش سے استقبال کیا تھا۔ ہمیں بھی
 ”خوبصورت کرن“ رکھنے کا خیر حاصل ہوا۔ مگر جلد ہی
 اس کی تک چڑھی طبع نے ہمارے دل کھینچ کر دیے۔
 لیکن دادو کو اپنی نواسی کس قدر پیاری تھی کہ آج سے
 تقریباً ایک ماہ پہلے ہی اپنے پیارے اور آنکھوں کے
 تارے پوتے از میرٹ کو اپنے قریب المرگ ہونے کا
 غم دے کر اس سے عکلی کرادی۔ اور خود دنوں میں
 صحت مند ہو گئیں۔

از میرٹ چاہے لاکھ سڑل تھا، اکڑو تھا یا غصیل۔
 مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت پنڈم بھی تھا۔
 اسی لیے اس کی غیر متوقع عکلی نے ہم گرز کے معصوم
 دلوں کو خاصا دھچکا بخایا تھا۔ انا کہ ہم میں سے کوئی بھی
 اسے ”اسی ویسی“ نظروں سے نہیں دیکھتی تھی مگر یہ

ہوایں۔ اب لے دے کے ایک میں چسکین ہی بچی
 تھی ہٹ کا غضب سینے کے لیے۔
 ”میرے خیال میں فاسخ روہ کر تم لوگوں کا داغ
 خاصا زنگ اکڑو ہو گیا ہے۔ خصوصاً ”تسارو“ ہمیشہ کی
 طرح مجھ سے بات کرتے ہوئے اس کا انداز بہت سخت
 لگے ہوئے تھا۔

بقول دادو۔ ”اس گھر میں ایک ہی باقی صلح ہے
 اور وہ ہے۔ روہیا گل۔ یعنی کہ باپ دوست۔

”جہاں تک میرا خیال ہے میں نے خاص طور پر تو
 کچھ بھی غلط نہیں کیا۔“ میں دے دے لیے میں بولی
 اور ساتھ ہی بے اختیار اس کی طرف دیکھا تو وہ مجھ ہی کو
 گھور رہا تھا۔ اس کی ذہین اور ذریک آنکھیں ہمیشہ کی
 طرح مجھے نروس کر لیں۔ ایک یہ تھی کہ اس شخص
 کے پاس نہ ہو تا تو میں ”ہٹ ہوس“ کے باقی لوگوں کی
 طرح اسے بھی کسی سختی میں لائے بغیر چشموں میں اڑا
 لیتی۔

”تم کچھ جانتے میرے ہاتھوں سے۔ اور خیروار جو آئندہ
 بھی شریعت کا کوئی اناسد صاحب مطلب نکال کر باقی
 سب کا داغ خراب کرنے کی کوشش کی تو بہت بچھتاؤ
 گی۔“ وہ مجھے دھمکتے ہوئے بولا گیا۔

”جیسے سڑل بد داغ اکڑو خان۔“ میرے کونے
 شروع ہوئے تو وہ تینوں بھی مطلع حال دیکھتے ہی لوٹ
 آئیں۔

”اکڑو خان میں اکڑو سڑ۔“ فائدہ نے ہجج کی تو
 میں اس پر لٹ پڑی۔

”تو اس ہند گرو۔ ویسے تو بیان دا غنے میں سب
 سے آگے ہوتی ہو اور جب مصیبت آئے تو صرف
 لڑنا گل دیکھ۔“

”گند۔ اتنی پنڈم مصیبت تو ہر کوئی
 دیکھے۔“ حورین نے آنکھ دبا کر شرارت سے کہا تو میں
 بلی طرف بد مزہ ہوئی۔

”خیر مست۔ اور سومیر کا حال دیکھو۔ بچاری تین
 دن سے کمرے میں بند ہے۔“ بھوک ہڑتال جاری ہے

بندوق رکھ کر نہیں چلا سکتا۔ پہلے ہی گھر والوں کی نظروں میں میرا بیچ خراب ہو چکا ہے۔“

”ہائے۔“ میرا ہاتھ بے ساختہ دل پر جا پڑا۔ کس قدر کمینہ تھا یہ از میری بٹ۔ کتنے شاطرانہ انداز میں پیچاری سومیہ کو مہو بنا رہا تھا۔ اور وہ ہلک رہی تھی۔ (بھلا از میری بٹ سے دستبردار ہونا کوئی آسان کام تھا)

”میرے سامنے یہ ٹوے مت بہاؤ۔ میں تو اول روز سے اس رشتے سے خوش نہ تھا۔ نہ دادو اپنی جان کا واسطہ دیتیں اور نہ آج مجھے یہ ذلت سہتا پڑتی۔ اب تم ہی جا کے دادو کو سب بتا دو تاکہ میری جان اس عذاب سے چھوٹے۔“ وہ دانت پیس رہا تھا۔

”صولا“ تو غصندی یہی ہوتی کہ میں شرافت سے اٹھ پاؤں ہوتی۔ مگر از میری بٹ کے سامنے جا کر اسے شرمندہ کرنے اور ”ہمراز“ بن جانے کا ادراک کرانے کا اور کون سا موقع ہوتا؟ میں بلا جھجک کمرے میں داخل ہو گئی۔

اندر کا منظر حسب توقع تھا۔ سومیہ اپنے بستر کے کنارے رنگی آنسو بہا رہی تھی اور وہ بھوکا شیر ہا گیا بکری کے پنجرے کے سامنے ادھر سے ادھر ٹہل رہا تھا۔

”بہت خوب۔ کیا چالیں چلی جا رہی ہیں ایک معصوم لڑکی کے ساتھ۔“ اپنی دانست میں اس کی ایک کمزوری تو میرے ہاتھ لگ ہی چکی تھی سو میں نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

”لو۔ ایک اور معصومہ آگئی ہے۔“ وہ بھی طنزاً بولا تو میں سومیہ کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

”تم کیوں اپنے قیمتی آنسو بہا رہی ہو۔ پتا تو ہے مزہ ذات ہوتی ہی ہے وفا ہے۔“ میں نے اپنے لب و لہجے میں سن ساٹھ کی ہیروئن کا سا بحر پور درد سمونے کی کوشش کی تو وہ میرے سر پر آکھڑا ہوا۔

”تم اپنے فلمی ڈانچلا گ سمیٹو اور یہاں سے دنا ہو جاؤ۔“

صدمہ کیا کم تھا کہ اتنے سالوں تک دادو کو گھر کی لڑکیوں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں لگی تھی کہ یوں فٹ سے اپنے قابل پوتے کے پلو سے باندھ دیتیں جیسے کہ سومیہ کو باندھا تھا۔

ہمیں غصہ اس بات کا تھا کہ دادو کو ہماری صلاحیتوں پر ذرہ برابر بھی اعتبار نہیں تھا۔ مگر ہمارا سارا غصہ اور سومیہ جیسی حسین کزن سے خار اس وقت تآسف میں بدل گیا جب از میری بٹ۔ جی ہاں اسی سر پھرے بٹ نے سومیہ جیسی قتالہ سے شادی سے انکار کر دیا۔

ہماری ساری ہمدردیاں سومیہ کے ساتھ ہو گئیں۔ اس نخوت زدہ کزن کا دکھ ہمارے سینے پر ہاتھ مارنے لگا اور تمام غصہ از میری بٹ پر نکلنے لگا۔ گھر والے جو ہر وقت اسے آنکھوں پر بٹھانے کو تیار رہتے تھے یککھت ہی اس سے کھینچ گئے۔ دادو بھی اپنے منظور نظر کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے لگیں۔ اور اپنی تمام تر اسمارٹنس کے باوجود از میری بٹ ہمیں کٹ کٹا لگا۔

حق ہاں۔ اس بار بھی وجہ کوئی معمولی نہیں تھی۔ ایک بار پھر اس نے ہم جیسی حسین کزنز کو چھوڑ کر کسی اور لڑکی کو شادی کے لیے پسند کیا تھا۔ اور یہ وجہ ناقابل معافی جرم تھی۔



”مجھے لگتا ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ تم میری بھی زندگی برباد کر دو گی۔ نہ تو خود کسی طرف لگ رہی ہو اور نہ ہی مجھے لگنے دے رہی ہو۔“ مجھے سومیہ کے کمرے کے باہر ہی ایمر جنسی بریک لگانا پڑی کیونکہ اندر غصیلا بٹ اپنے پورے غیض و غضب کے ساتھ اس معصوم لڑکی پر برس رہا تھا۔

”میرو پلیز۔ پلیز میری مجبوری سمجھنے کی کوشش کرو۔“ وہ روٹی ہوئی آواز میں ایک ہی التجا کیے جا رہی تھی مگر وہ اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔

”تم جا کر دادو سے کہہ دو کہ میں نہیں بلکہ تم خود اس شادی پر راضی نہیں ہو۔ میں اپنے کندھے پر

لفٹوں میں گنا تھا اس نے کہ وہ تم سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ کسی اور کو پسند کر رہا ہے۔ وہ صرف شکل کا اچھا ہے۔ دل دیکھو کتنا سیاہ ہے اس کا۔ یہ بھلا اس قابل ہے کہ کوئی لڑکی اس کے لیے آنسو بہائے۔" میں اسے ہانپوں کے گھرے میں لیے مدرائے انداز میں سمجھا رہی تھی۔ ان دونوں نے اپنا عزت درجہ بھولے ہم سب کے کافی نزدیک آجکی تھی۔

ترپ کرولی۔
 "ایسا تم کو رو بہاؤ تو اس قابل ہے کہ کوئی بھی لڑکی اس کے ساتھ پر غر کر سکتی ہے۔ بس میں ہی بد قسمت ہوں جس کے نصیب میں اس کی ہم سفری نہیں لکھی۔" میرا دل اس کی بے بسی پر درد سے بھر گیا۔

وہ بیچاری خواہ مخواہ خود کو قصور وار ٹھہرا رہی تھی۔ اصل بد قسمت تو از میر تھا جو اتنی چاہنے والی لڑکی کو ٹھکرا رہا تھا۔ اب میں فقط اسے قتل دینے کے علاوہ کچھ بھی کیا سکتی تھی سو وہی کرتی رہی۔



ان ہی دنوں جب گھر کی ہوائیں تک از میر ٹ کے خلاف ہو چکی تھیں سومیر کے تایا اپنے بیٹے زیاد کے لیے سومیر کا رشتہ مانگنے چلے آئے ہم سب تو انشت بد نماں تھے ہی داد بھی جلال میں آگئیں۔

"من کی یہ جرات۔" منگنی شدہ لڑکی کے لیے رشتہ۔ "وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے مہمانوں کی ایسی کی تہی کرنے کو پوری طرح سے تیار تھیں مگر از میر مطمئن تھا۔

"تا اچھا رشتہ ہاتھ سے گنونا عقلمندی نہیں ہے داد لڈر اؤ منگ سے بات کیجئے گا ان لوگوں سے۔"

"آگ ہے۔" داد کی آنکھیں پٹی کی پٹی رہ گئیں۔ "تمہارا دل غ تو نہیں چل گیا میرا اپنی منگیتر کا

رشتہ کر اؤ گے؟" چھوٹی چچی ذرا تنگ مزاج تھیں فوراً "غصے میں آگئیں۔"

"مگر میں تمہیں ایک معصوم اور مظلوم لڑکی پر یہ منہ کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تم اپنی زندگی مندارنے کی خاطر اسے مو نہیں بنا سکتے۔" کوئی اور مریخ ہوتا تو اس کی آنکھوں سے نکلنے شعلے میری گھٹائی بندھا دیتے مگر اس وقت تو میں پوری کی پوری زبان تیکہ اپنی جذباتیت کے ریکارڈ تو ڈر رہی تھی۔

"نہیں رو بہا۔" میو کو کچھ مت کہو۔ "سومیر پھر سے رووی تو میری آنکھیں بھی بھر آئیں۔ یہ بالکل لڑکی کس بے مری محبت میں مبتلا ہو گئی تھی جو اس لفظ کے جہوں سے بھی ناواقف تھا۔

"کیوں؟ کیوں نہ کہوں۔ بلکہ میرا بس چلے تو میں۔" ابھی میں جوش میں آکر "بس" چلانے کی کوشش کر رہی رہی تھی کہ از میر نے مجھے بازو سے پکڑا اور سومیر کے پاس سے اٹھا دیا۔

"تم اپنی بس نو لور کہیں اور جا کر چلانے کی کوشش کرو۔ خبردار! جو اس معاملے میں کوئی ٹھیکہ ڈال کر کرنے کی کوشش کی ہو تو۔" وہ غرلا تھا۔

اور پہلے چاہے مجھ پر اس کے لب و لہجے کا اثر ہوا تھا یا نہیں مگر اب چند اچ کے فاصلے سے اس کی آنکھوں سے نکلنے شعلے مجھے ہر اسل کر گئے۔ اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ میں شیر کی کچھار میں ہاتھ ہی نہیں بلکہ سر بھی ڈال بیٹھی تھی۔

"اگر مجھے اس ساری گفتگو کا ایک بھی لفظ کسی اور سے سننے کو ملتا تو دادا جان کی تار بجی بندوق کے ساتھ تمہاری فونگی کی مار بخ بھی لکھی جانے لگے گی۔" وائٹ فین کر گئے ہوئے اس نے میرے بازو کو خفیف سا تھکا دے کہ چھوڑا اور تن من کر مایا ہر نگل گیا۔

اس قدر خوفناک اور قاتلانہ انداز نے مجھے پھر بھی ڈلائی۔ مگر ساتھ ہی سومیر کے پھوٹ پھوٹ کر نکلنے کی آواز نے مجھے سب کچھ بھلا کر اس کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔

"سوئی میری جان! کیوں اس بے وفا انسان کے پیچھے اپنا زندگی بھلا کر رہی ہو۔ دیکھا نہیں صاف

”ہائے بچاری سومیر!“ چڑیا کو مارے دکھ کے
دونا آنے لگا۔

”دیکھ لو! اپنے مہسنے بھائی کا کارنامہ۔ اچھی بھلی
لڑکی کو روگ لگا دیا ہے۔“ میرا بس ذریعہ پر ہی چل
سکا تھا۔

”تو مجھے کون سا کم دکھ ہے۔ ایک ہی تو ارمٰن تھا
خوبصورت بھائی لانے کا۔ وہ بھی پورا نہیں ہوئے
وہ۔“ اسے اپنا ہی دکھ تھا۔

”اب بچاری سومیر کا کیا ہو گا۔ کہیں غم کے مارے
وہ خود کشی ہی نہ کر لے۔“ ناقہ کی سوچ بیٹھ اٹھا
نوحیت کی ہوئی تھی۔

”اب تو بھی کرنا ہے، ہمیں ہی کرنا ہے۔“ میں نے
جو شیلے انداز میں کہا تو ان سب نے ہنسا سوچے گئے
میری تائید کی۔

”ہاں بالکل۔“
”شکر ہم کریں گے کیا؟“ انہیں عرف بانو کو تھوڑی
دیر کے بعد خیال آیا تھا۔

”ہم از میر کو مجبور کریں گے کہ وہ اس رشتے کو
جھٹکے۔ سومیر ہی کیوں تو ابی دے اپنے جذبات کی۔
از میر ٹ کیوں نہیں۔“ میں نے اٹل انداز میں کہا تو
ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔

”شکر دیکھا! اس میں تھوڑا خطرو نہیں ہے
کیا؟“ چڑیا نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو مینا بی بی فوراً
ہو گئیں۔

”تھوڑا نہیں ست خطرو ہے۔ بھائی کو تو یوں بھی ان
دنوں دادا جان کی بددوق کی لڑائی کے لیے کسی انسان کا
اشد ضرورت ہے۔“

”بلکہ وقت آنے پر وہ تو کسی کا خون بھی لی سکتا
ہے۔“ تو دین نے جھرمجھری لیتے ہوئے کہا تو مجھے ان
سب کی ہزینہ پر خند آنے لگا۔

”ایسا کوئی ڈر کیوں نہیں ہے۔ وہ بھی انسان ہی کا ہے
ہے۔ تم لوگوں میں تو انسانیت بھی ہی نہیں۔ میں بات
کروں گی اس سے۔ یوں ہزینہ دکھا کر تم سب

”اس پر تو لگتا ہے کسی نے تعویذ کر دیے ہیں۔
ہائے میرا فریاد پور پچھ۔“ تکی جان بچاری حد درجہ
سیدھی ساری تھیں ان کی زبان بیٹھ تعویذ کندوں ہی پر
آکر ٹوٹتی تھی۔ انہیں شروع ہی سے میرو کو کسی کی نظر
بدگٹنے سے خوف آتا تھا۔

”افور۔“ وہ جھنجھلا سا گیا۔ ”یہ کیا اشارہ اس کے
جذباتی ڈرامے شروع کر دیے ہیں آپ لوگوں نے۔
ایسے اچھے رشتے روز روز میں ملتے۔“ مجھے اس وقت
از میر ٹ کی چالاکی پر رشک آیا۔ کتنی آسانی سے
سومیر کو اپنی رات سے ہٹا کر اپنی لائن صاف کر رہا تھا۔
”تم میں بیٹھے بٹھائے ایسی کوئی سی برائی پیدا ہو گئی
ہے کہ اس رشتے سے انکاری ہو گئے ہاتھوں ذرا وہ بھی
چلاؤ۔“ میرا بولنے کا قطعی ارادہ نہیں تھا۔ مگر یہ
کبھی نہ زبان۔

”تم؟ تمہارا تو میں کسی روز گواہی دیا دونوں گا۔
فسادی نہ ہو تو۔“ وہ دانت کچکچا کر بولا تو اس کے انداز پر
میں بے اختیار رو دم پیچھے ہٹ گئی۔ اپنی شہادت کا کچھ
ایسا نہیں ہوا تھا مجھے۔

”واو نے طیش میں آکر اپنی چھتری اس کے شانے پر
ماری تو وہ خفا خفا سالانہ کچھ سے نہیں بلکہ گہری سے
باہر چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی واو نے بڑی تسلی سے
آنے والے مسانوں کی ”عزت افزائی“ کی۔

”دیکھیں۔ بچوں کی خوشی کو ہر حال میں ترجیح دینا
چاہیے۔ آخر کو زندگی انہوں نے گزارنا ہے۔“
سومیر کے تایا کی آواز باہر تک آ رہی تھی چل رہی
سب گززدرد وازے سے لگی پوری طرح من گھڑنے
کی کوشش کر رہی تھیں۔

”ہمیں اپنے بچوں کی ہر خوشی کا پورا خیال ہے۔
آپ فکر مت کریں۔ یہاں زور زندگی کچھ ملے نہیں
ہو۔“ واو نے بہت رکھائی سے کہتے ہوئے بات ہی
ختم کر دی تھی۔ سومیر زور پڑتی رنگت کے ساتھ
ساری بحث من رہی تھی۔ ان لوگوں کے اٹھتے ہی
بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

سومیرے لو اس کی خود غرضی کی بھینٹ چڑھا رہی ہو کل کو جب تمہارے جذبات کا استحصال کیا جائے گا تب کیا کرو گی؟" میری تقریر کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو گئی تھی جیسی تودہ چھ کی چھ پھل کر موم ہو گئیں۔

"ہم تمہارے ساتھ ہیں روح۔" سدا کی کم گو باہن نے با آواز بلند اعلان کیا تو اندر آتے انیس کے چیلوں کے کان کھڑے ہو گئے۔

"گلتا ہے یہاں کوئی بہت بڑی سازش ہو رہی ہے۔" حسان نے فضا میں کچھ سوچنے کی کوشش کی تھی۔

"یا پھر انہوں نے کوئی سیاسی پارٹی جوائن کر لی ہے۔" معاذ کا انداز یقین تھا۔

"اگلی جیسٹس قوم۔" میں جیسے لمبے میں کہتی نکلو کشنوز کا کمرہ در تہہ رکھنے لگی۔

"بہر حال۔" ہم صرف یہ جانتا چاہتے ہیں کہ یہاں کیا سازش کی جا رہی ہے؟" حسان نے بارعب انداز میں پوچھا تو فائدہ کو بھائی کا انداز ایک آنکھ نہیں بھایا۔

"نہیں بھی۔" تم لوگ کیا اقوام متحدہ کی ممبر شپ لے کر آ رہے ہو؟"

"مگر تو! تمہیں نہیں لگتا کہ ہمارے گھر کے لوگوں کی عادتیں بالکل امریکہ جیسی ہیں۔ بنا اجازت ہر کسی کے کام میں ناگاہ اڑانے والی۔" میں نے طنز کیا۔

"اور اگر کبھی اخبار کا مطالعہ کیا ہو تو تم لوگوں کو بہت پہلے اور آگ ہو جا تا کہ تم لوگوں نے اندر ہی اندر سازش کا بازو گرم کرنے کی عادت دھینا پڑی ملک سے لوہاری ہے۔" حسان نے باقاعدہ میری حسب

اوطقی کو لٹکارا۔ وہ میرا دیک پوائنٹ اچھی طرح جانتا تھا۔

"تو پھر جو کبھی مجھے ان سے تشبیہ دینے کی کوشش کی تو۔"

"تو پھر ساتھ دینے کی کیا باتیں ہو رہی تھیں؟" علی فوراً اصل پوائنٹ کی طرف آ گیا۔

"تاہم ساتھ بھلائی کی عادت تو ہم خواتین کی گھٹی منہائی ہوئی ہے۔ اپنی فطرت کا کسی سخت تجدید عہد کی

طرح دہراتے رہتے ہیں اور بس۔" مانو کی جذبات نگاری کمال کی تھی۔ میں خود دل پر ہاتھ رکھے وہیں نکلو کشنوز کے پھاڑ پڑھے گئی۔

"اور ہو۔" معاذ بدک کر سیدھا ہوا۔

"مردوں میں ایسی کون سی یوقالی دیکھ لی تم نے۔ کہاں بڑھا بھی کہ ہوی اور چار بچوں کو چھوڑ کر شوہر اپنی مشغولہ کے ساتھ فرار ہو گیا؟" ابراہار نے چمک کر پوچھا۔

"اسے تو یوں بھی بیماری تھی کہ صبح صبح ہماری جان چلانے کی خاطر ایسی خبریں عین ناشتے کے وقت ڈھونڈ ڈھونڈ کر سنایا کرتا تھا۔

"ہر بھاننے والی عورت کے پیچھے ایک مرد کا ہاتھ ہوتا ہے۔" میں نے با آواز بلند کہا تو وہ چاروں بچے کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگے۔

"رہنے والی بل ایک تاہم ساتھ بھلائی کو گھر میں بچوں کے ساتھ موجود و سرا وعدے بھانے کو یہ گالے جا رہا ہے پھر بھی مرد بے وفاء۔"

"اور یہ از میرے مشد۔ جو بچہ راویں سومیرے کو چھوڑ کر فرار ہو رہا ہے اس کی بے وفائی کو کون سے پلڑے میں

تولو گے تمہ۔؟" مانو کو غصہ آیا تھا اور مجھے اس سے بھی زیادہ۔ یعنی کہ حد ہو گئی تھی ہی آہستہ آہستہ

از میرٹ "جتنے جا رہے تھے عورتوں کے لیے حدود و قیود نافذ کرنے والے انہیں اپنے بیٹھے ہوئے ایک

وائزے میں رکھتے ہوئے فیصلے کا حق اپنے ہاتھ میں رکھنے والے۔

"یہ بھی اس کی اچھائی ہے کہ ابھی سے انکار کر رہا ہے۔ اگر شادی کے بعد دوسری کر لیتا تو تم لوگوں کو زیادہ

تکلیف ہوتی اور اس "بیچاری" کو بھی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کس قدر کہنے ہو تم حسان! تم لوگ اپنے سکے کی اچھائی کے گن گارے ہو جس کی وجہ سے وہ بیچاری بستر

سے جا گئی ہے۔" مجھے جی بھر کے غصہ آیا تھا۔

"وہ اولک درجہ کی کابل اور پھوڑ لڑکی ہے جب سے آئی ہے بستر سے نکل ہوئی ہے۔ اپنی سستی کی وجہ

میں نے اس کے شانے پر ایک ہاتھ رید کیا۔

”تم تو نہ ہی جلا میرے ساتھ۔ پتہ چلے وہاں جاتے ہی ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔“ وہ میرے طنز کو پرواز آزادی سمجھتے ہوئے میرے وضاحت کرنے سے پہلے ہی اڑ چھو ہو گئی۔

”کیل۔ ویلنا تو سہی۔ کل ہم سب کا بونٹی استحصال کیا جائے گا اور ہم کچھ نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم آج ہی اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھائیں۔“

”بال۔ بال۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“ میں نے پھر سے یقین دہانی کرائی تھی۔ اور از میرے کمرے تک واقعی وہ میرے ساتھ تھیں۔ اندر داخل ہوتے ہوئے میں سراسر ان پر رعب ڈالنے کی خاطر وہ قدم آگے ہو گئی مگر کمرے میں داخل ہو جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرے پیچھے دروازہ بند ہو گیا تھا۔ یعنی میں اکیلی ہی شیر کی پجاری میں آکھی تھی۔ ان چاروں کے وعدے اور یقین دہانیاں کسی کرپٹ سیاستدان کا دعو انگلی تھیں۔ لیکن اب پیچھتائے کیا ہوتے۔

سامنے بستر پر نیموار از کسی کتاب کے مطالعے میں مصروف از میرٹھ اب مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورنے میں مصروف تھا۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میں دروازہ کھٹکھٹائے بغیر اندر آنے کی گناہگار ہو چکی تھی۔

”بہت خوب۔ یہی تمیز سیکھی ہے تم نے اسکول اور کالج میں؟“ وہ طنز انداز میں کتا اٹھ بیٹھا تو میں جلیجی ہو گئی۔

”در اصل۔ میں اور وہ سب میرے ساتھ تھیں۔ میں نے سوچا ان میں سے کوئی ناک کرے گی۔“

”انکر تمہیں ضرورت ہی کیا تھی میرے کمرے میں آنے کی؟“ وہ اس قدر بے مروتی سے بوجھ رہا تھا جیسے میں نے اس کی راجد حالی میں قدم رکھ کر کوئی سنگین جرم کر ڈالا ہو۔ اس کے لب و لہجے نے مجھے حقا کر دیا۔ شدید غصے کے عالم میں وہ میرے قتل کا بھی

”معاف نہ کرنا۔“

”تم لوگ کبھی بھی لڑکیوں کے جذبات و احساسات کو نہیں سمجھ سکتے۔“ میں ناک مسک ہوا۔

”میں اس سلسلے میں گہری دلیر سرج کر رہا ہوں۔ آج کل پوری دس لڑکیوں کے ساتھ جیننگ ہو رہی ہے۔ نیٹ پر۔“ وہ صوفے پر دراز ہوتے ہوئے اطمینان سے بولا تو میں فرط جذبات سے مٹھیاں پیچ کر رہ گئی۔ اگر ایسا ہی کوئی اعتراف ہم لڑکیوں میں سے کسی نے کیا ہوتا تو قبل بھی ضائع کیے بغیر یہ سب لڑکے دوا جان کی تار بچی ہندوق کی جانب بھاگتے۔

”بہر حال۔ اتنی آسانی سے تو ہم بھی از میرٹھ کی جان نہیں چھوڑنے والے۔“ میں نے انہیں دھمکا یا تو معاف نہ لاپرواہی سے ہاتھ جھٹک کے گویا کسی اڑائی جبکہ باقی تینوں نے باقاعدہ ولن ٹائپ قلم لگا کر میرے اس دعوے کا مذاق اڑایا تھا۔



میں ابھی سو میہ کے پاس سے آ رہی تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اور ہونٹوں پر ایک ہی تکرار تھی۔

”میسو کا کوئی قصور نہیں رہا! میں ہی اس کے قابل نہیں ہوں۔“ اور اس کی یہ بے بسی مجھے پوری طرح بھڑکا چکی تھی۔

”چلو ذرا آج اس میو سے تو وہ دو ہاتھ ہو جائیں۔“ میں نے جوش میں آکر اپنی آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا جنہیں بیٹانے فوراً ”ہی“ کی بجائے ”کی“ کر دیا۔

”تو ہی آستینیں بھالی کو سخت ٹائند ہیں۔“ اس کے اعتراف پر مجھے از میرٹھ کی شعلے انگشتی آنکھیں یاد آئیں۔ مگر پھر فوراً ”ہی“ خیال آیا کہ یہ تو پہلے ہی موقع پر ہار مان لینے والی بات تھی سو دوبارہ آستینیں چڑھا لیں۔

”اس وقت ہم اپنی منوانے جا رہے ہیں کہ اس کی۔“

”لیکن روکا اگر اسے غصہ آیا تو؟“ چڑھا چکا کی تو

میرا بچہ کسے مکر کر معصوم بن جایا کرتی تھی۔
 "اور وہ جو اس روز مجھے کوٹنے دے رہی تھیں وہ کیا
 تھا؟" وہ احتساب رات آتا تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔
 میں نے تھوک نکل کر حلق تر کرنے کی کوشش کی۔
 "اور اصل۔۔۔ وہ سب تو سومیر کو خوش کرنے کے
 لیے۔۔۔ وہ کیا سوچی کہ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے
 ہمدردی نہیں ہے اسی لیے بس تمہیں "ڈراسا" برا بھلا
 کہہ دیا۔"

"ہولہ۔۔۔" اس نے بات سمجھنے والے انداز میں سر
 ہلایا۔ پھر مجھے گھورتے ہوئے پوچھنے لگا۔
 "تم میں سے کسی نے اس سے اصل بات پوچھی
 ہے؟"

"مجھے ساری بات کا پتا ہے۔" میں نے غاثر سے
 کہا چنانچہ غاثر وہ غصے سے میری بات کاٹ گیا۔
 "تمہیں تو پواں بھی جد حریسنگ سام میں لوہر
 بھانسنے کی عادت ہے۔ لیکن آج کے بعد اگر میں نے
 تمہیں اس گھر میں جلے جلوس نکالتے دیکھا تو۔۔۔" وہ
 لب بھینچ گیا تھا۔ مہربانی کی تو صدمہ کی اس کی سیاہ
 آنکھوں میں واضح تھی جسے پڑھ کر دادا جان کی نارنجی
 بندوق میری آنکھوں کے سامنے ناچ اٹھی۔ اس کے بعد
 میں جتنی پھرتی سے وہاں سے بھاگی اس پر وہ بھی حیران
 ہوا ہو گا۔

میں نے سیدھا سومیر کے کمرے میں آگرم لیا۔
 جہاں وہ چاروں مضویر بھی موجود تھیں۔ میں نے جاتے
 ہی جتنی گالیاں یاد تھیں انہیں دیں مگر پھر ان کے
 تاثرات نے میری زبان کو ہرک لگا دی۔
 "تم لوگوں کا ہتھکنوں کا کاروبار ٹھپ ہو گیا ہے
 کیا؟"

"ان سے نہیں مجھ سے پوچھو۔" سومیر چمکی تو میں
 حیرت زدہ سی اس کی طرف مڑ گئی۔ ابھی کچھ دیر پہلے
 تک وہ اشارہ پس کی تلمی کی طرح "بٹ ہاؤس" کو
 آنسوؤں کے سیلاب میں بہا رہے کو تھی۔ اور اب اس
 کی سنہری آنکھوں کی چمک قابل دید تھی۔ باہر
 زرمینہ "ایمن" فائدہ ٹورین اور چڑیا کی پچھی آنکھوں

میں مرکب ہو سکتا تھا۔ اس لیے میری بھلائی اسی میں تھی
 کہ میں اس سارے دورانے میں دروازے کے
 قریب ہی رہتی تاکہ اچانک فرار آسان ہو سکے۔
 "وہ میں۔۔۔ سومیر کے سلسلے میں بات کرنے آئی
 تھی۔" میں نے اپنی تمام تر ہمت جمع کرتے ہوئے کہہ
 دی۔

"بہت خوب۔ لگتا ہے تم نے وکالت کا امتحان پاس
 کرنے کا سوچ ہی لیا ہے۔" میرا دل خوش فہمی میں
 گہرا۔ یعنی میرے اعتماد نے اسے متاثر کیا تھا۔
 "میں ایک لڑکی کی زندگی برباد ہوتے ہوئے نہیں
 دیکھ سکتی۔" میں نے غصہ مارنے والے انداز میں کہا تو
 اس کی خشکیں نکالیں نے مجھے گرا دیا۔

"میرا مطلب ہے کہ سومیر بیماری کا کیا قصور
 ہے؟" میں منہ مٹی تو وہ بستر سے اتر کر نکلے پاؤں
 فائین پر چلنے میرے سامنے آکر اٹھا۔

میں وہیں جھی کھڑی تھی۔ مگر اس کی وجہ میری
 ہمدردی تھا۔ "نہیں جی بلکہ درحقیقت میرے پاؤں
 جیسے فائین سے چپک گئے تھے۔ اور ٹانگیں کبھی
 بھانسنے سے انکاری۔"

"آخر تمہیں تکلیف کیا ہے؟ گھر میں اتنی لڑکیاں
 ہیں مگر کوئی بھی یوں منہ ماری نہیں کرتی جیسے تم کرتی
 ہو۔" اس کی جتنی سے کسی بات پر میرا اعتراف بے
 ساختہ بے اختیار تھا۔

"وہ سب تم سے ڈرتی ہیں۔"
 "گوسف تو تم مجھ سے نہیں ڈرتی؟" وہ طنز بولا۔
 "نہیں تو۔ میرا مطلب ہے کہ ڈر اور احترام میں
 فرق ہوتا ہے۔" میں نے فوراً "میں نے ہوا کی تدبیر میں
 ایک سندرو ڈال دیا۔" جہاں تو وہ ایک قدم آگے بڑھا اور
 میں وہ قدم مزید پیچھے ہٹ کر دروازے سے جا گئی۔

"چھ خوب۔" یعنی باقی سب مجھ سے ڈرتی ہیں اور تم
 میرا احترام کرتی ہو۔" وہ یقیناً مسخرہ اڑا رہا تھا۔ مجھ سے
 انہت میں سر ہلانا مشکل ہونے لگا۔ میرے خیالات
 سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ وہ کہاں کا قومی ترانہ تھا
 کہ میں اس کا احترام کرتی۔ ہاں یہ الگ بات تھی کہ

زیر وزیر عورتی تھی۔

”پھر یہ کہ تھوڑا سا ہنگامہ بچانے کے بعد اب ثانو زیادہ سے میری شادی پر بالکل راضی ہیں۔“ وہ غافرانہ انداز میں بولی تو میں کمری سانس بھرتی ان سب کے پاس ڈھیر ہو گئی جو پہلے ہی ان انکشافات پر متنی تھی تھیں۔



کھانے کی میز پر ہم ساتویں رہ گئی تھیں۔

”یہ سب تمہاری کالی زبان کا کرشمہ ہے۔ میرا بیچارہ بھائی شادی شدہ ہوتے ہوئے رہ گیا ہے۔“ زرمینہ نے میرے سر پر خالی پلیٹ بھائی تو میں نے صلح جووانہ انداز میں کنا چاہا۔

”کیونکہ یہ سب قسمت کا کھیل ہے۔“

”کیونکہ اس مت کرو۔ تم ہی نے اسے کنوارا رہنے کی بددعا دی تھی۔“ اس نے مجھے آنکھیں دکھائیں۔ اب جبکہ از میرٹ ہر الزام سے بری ہو چکا تھا تو وہ پھر سے زرمینہ اور ایمن کا عزیز از جان بھائی بن چکا تھا۔ سو اب تمام گولہ باری مجھے غریب پر ہو رہی تھی۔

”تم شاید بھول رہی ہو کہ یہ بددعا اس فتنی نے دی تھی جو اس وقت تمہارے ساتھ معصومہ بنی بیٹھی ہے۔“ میں نے فائقہ کی طرف اشارہ کیا تو وہ صاف مگر گئی۔

”مجھے تو ایسا کچھ بھی یاد نہیں۔ اور ویسے بھی اس وقت تم ہندے کو اپنی چٹنی چڑی باتوں میں ایسا بھانسی ہو کہ وہ وہی کہتا ہے جو تم چاہتی ہو۔“

”افسوس!“ میں اس کی طوطا چٹشی پر انگشت بدندان تھی۔

”اگر میرا بھائی کنوارا رہ گیا تو میں تمہاری بھی کہیں شادی نہیں ہونے دوں گی۔“ زرمینہ نے اپنے خوفناک عراجم کا برلا اظہار کیا۔ تو میں جو اتنی دیر سے زیر عتاب تھی اپنے مخصوص منہ پھٹ انداز میں بولی اٹھی۔

”دیکھو مینا! مانا کہ اس سارے قصے میں تمہارے

اور کھلے منہ کا مطلب اب میری سمجھ میں آیا تھا۔

”میں ابھی میو کے کمرے سے آ رہی ہوں۔ وہ تم سے شادی پر ایک فیصد بھی راضی نہیں۔ پھر تمہارے ہاتھ ایسا کون سا خزانہ لگ گیا ہے؟“ میں عقل کل بھی یہ منہ حل کرنے میں ناکام رہی تھی۔

”کیا۔“ وہ میری بات سن کے ہنسی تو پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

”تم میو کو مجھ سے شادی پر رضا مند کر رہی تھیں؟“ وہ اپنے سینے پر انگشت شہادت رکھتے ہوئے بولی تو ہنسی اس کے شہلایوں کے نرم گوشوں ہی سے نہیں بلکہ سنہری آنکھوں سے بھی پھوٹ رہی تھی۔

میں نے اذیت میں سر ہلایا تو وہ یونہی ہنستے ہوئے بولی۔

”مگر میں نے کب کہا کہ میں اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔“

”تو۔“ میری دھڑکن ختم ہی گئی۔

”میرا کزن ہے نا! کیا وہ اسی سے۔“

”کیا۔“ میرے منہ سے بے اختیار چیخ سی نکل گئی تو وہ مسکراہٹ دہاتے ہوئے شرمیلے انداز میں بولی۔

”میں اسی سے۔ جھگڑ کے یہاں آئی تھی۔ غصہ شدید تھا اور کچھ نالوکی بیماری کا خیال۔ بس زیادہ کو مزہ چکھانے کی خاطر میو سے منگنی کر بیٹھی۔ مگر مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ سب اتنا سیریس ہو جائے گا۔ مجھے احساس ہوا کہ زیادہ

کو سزا دینے کی خاطر میں خود کو کتنی بڑی مصیبت میں پھنسا چکی ہوں۔ تب میں نے سب سے پہلے میو سے بات کی۔“ وہ سانس لینے کو رک کر میری سانس رکھنے لگی۔

”وہ پہلے تو مجھ پر بہت مگر جابر سا۔ لیکن اوپر سے وہ جتنا بھی غصے والا کیوں نہ ہو اندر سے بہت سوتل ہے۔ سب کا احساس کرنے والا۔ اس نے سارا الزام خود پر لیتے ہوئے مجھے ڈی گریڈ ہونے سے بچایا۔ سب گھر والوں کی ناراضی سہی۔ اور آج اس کے ہمت دلانے پر ہی میں نانو سے حقیقت کسر پائی ہوں۔“

”پھر۔“ انکشاف اور انکشاف۔ میری تو ہستی

بھائی کا کوئی قصور نہیں مگر محال کرنا اس قہر سے بڑا تر بھی وہ ایک انتہائی سنگدل اور بے مروت شخص ہے۔ غصہ جس کی ناک پہ دھرا رہتا ہے۔ اقوام متحدہ نے اسلامی ممالک کے اتنے حقوق ضبط نہیں کیے ہونگے جتنے کہ اس نے ”بٹ ہاؤس“ کی لڑکیوں کے کیے ہیں۔“

”مگر تم بھی یہ حقیقت بھول رہی ہو کہ سومیرہ کو اس کا حق اسی نے دلایا ہے۔“ فائقہ کی یادداشت بروقت کام کر گئی تھی۔ اور یہ سب سچ تھا مگر اب کیا کیا جاسکتا تھا۔ سامانے از میرٹھ سے معافی مانگنے کے اور یہ میرے گروپ کا متفقہ فیصلہ تھا۔ میں نے منسٹر کا رہائی بھری تو ان سب نے میری پشت تھپک کر میرا حوصلہ بڑھایا۔

لب کی بار شیر کی کچھار میں جانے کے لیے صبح بڑکے کا وقت طے کیا گیا۔ جب میو جانگ کے لیے لٹا تھا۔ مکروائے قسمت وہ الارم لگا کر سونے کے باوجود ہم میں سے کوئی بھی اٹھ بچے سے پہلے نہیں اٹھ پیا تھا۔ کسی کے زوردار طریقے سے مجھنجھوڑنے پر میں حواس باختہ سی بستر سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آتم سو ری میرو۔“ مندی آنکھوں کے ساتھ میں نے کھینچی انداز میں وہی کہا جو میں ساری رات خواب میں کہتی رہی تھی۔ چنانچہ مجھے بازو سے پکڑ کر اندر کے درخت کی طرح ہلا ڈالا۔

”سامری، ہمارا سوئے میں ہی دکھاؤ گی کیا۔“ اس کے بڑبڑا کر حواس میں لوٹی تھی۔ اگلے پانچ منٹوں میں منہ پر فقط پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد میں ان سب کی معیت میں از میرے کمرے کے باہر کھڑی ہوئی۔

”اگنا سنا محال کرنا ہونو۔ اور چڑا! اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میری سامری جیوری تم لے سکتی ہو۔ اور ہاں وہ میڈان سوٹ اور کنڈن کا سیٹ نورین کو دے دینا اس کی کب سے نظر ہے اس پر۔“ تجھے اس کمرے سے زندہ نکلنے کے آئے گی زیر و پر سنٹ بھی امید نہیں تھی سوچا رقت ظاہری ہوتا کچھ ایسا عجیب امر نہیں تھا۔ مگر جتنا دلوریں فکر تھی۔

”تم بس اپنی وصیت کی شقیں پر غور ہی کرتی رہ جانا لوہر بھائی اس کے لیے نکل جائیں گے۔“ فائقہ اور نورین نے مجھے کمرے میں دھکا دے کر پھرتی سے دروازہ بند کر لیا۔ ”جیتا میں سیدھی کسی رو میسٹک فلم کی بے باک ہیروئن کی طرح از میرے جا کر نکلی۔ مگر اس ناگہانی آفت سے سنبھلنے میں اسے کچھ ہی سیکنڈ لگے تھے۔ ایک جھٹکے سے اس نے مجھے پیچھے ہٹایا تھا۔ ”یہ کیا بیوقوفی ہے؟“ وہ جس قدر۔ غضبناک ہوا تم تھا۔ اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ زمین پیٹنے اور میں اس میں سا جاؤں۔

”آتم سو ری۔“ میں نے اپنی پوری ہمت مجتمع کر کے کہنا چاہا مگر فقط لب ہی ہلا پائی۔

”اب یوں کھڑی کون سے مستر چھوٹک رہی ہو؟“ وہ میری خاموشی اور جلد انداز سے چڑ گیا تھا۔ مگر یقیناً جلدی میں بھی تھا اس لیے بستر کے کنارے پر تک کر پیروں پر جرائیں چڑھانے لگا۔ کمرے میں آنکھڑیو لوشن، شیر کریم اور پرفوم کی خوشبو مائل کو معطر کر رہی تھی۔ وہ ہمیشہ اسی اہتمام سے تیار ہو کر آفس جایا کرتا تھا۔ میں نے اس کی مصروفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک گہری سانس اندر کھینچ کر خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی تھی۔

سیاہ چمکتے جوتوں کے تھے باندھ کر وہ اسی غلجٹ میں اٹھا اور ساڑھ بورڈ سے اپنا موبائل فون اور پائیک کی چابی اٹھائی اور آئینے میں جھانک کر اپنی تیاری کا آخری پار جائزہ لیا۔ اس اثنا میں شاید وہ میری موجودگی فراموش کر چکا تھا کبھی تو جب چلتا تو مجھے دیکھ کر اس کی پیشانی پر پھر سے مل پڑ گئے۔

”تم ابھی تک نہیں کھڑی ہو۔“ اب ہندو پوچھے صبح سویرے صرف اس کے گلے لگنے کے لیے تو میں اس کے کمرے میں نہیں آئی تھی نا۔

”در اصل میں تم سے ایسکسکیوز کرنے آئی تھی۔“ میں نے چہرے پر جی بھر کے مظلومانہ تاثرات سجاتے ہوئے سر جھکا یا تو وہ کمرے طے سے بولا۔ ”اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے۔ تمہیں تو

چاہیے کہ روزانہ صبح اگر میرے سامنے سواری کہہ جایا کر دیکھو تو پورے دن میں تم ایسی کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرتی ہو کہ ایک نئی ایکسکیوز تیار ہو جاتی ہے۔"

"خیر۔ اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ وہ تو بس سومیر کے معاملے میں نہیں کچھ جذباتی ہو گئی تھی۔" میں نے بڑے مدبرانہ انداز میں اپنا دفاع کرنا چاہا تو وہ ساقبہ انداز میں بولا۔

"تم سومیر کے نہیں بلکہ ہر معاملے میں ملکہ جذبات ہو۔ خاص طور پر میرے متعلق سب کا تاثر خراب کرنے میں۔" میں گزیرا اٹھی۔ وہ کچھ کہتا نہیں تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ کچھ سمجھتا بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر میں بٹ باؤس میں زندہ سلامت پھر رہی تھی تو وہ مجھ پر ہی تھا۔ لیکن کچھ بھی ہو سومیر کی مدد کر کے وہ ہم لڑکیوں کی گڈ بک میں آچکا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے میو! ہم نے بلکہ خاص طور پر میں نے بھی ایسا نہیں سوچا۔ بلکہ میں تو تمہارے متعلق سب کے خیالات تبدیل کرنے کی پوری کوشش کرتی رہتی ہوں۔ آج کل تم جیسے لڑکے کہاں ملتے ہیں۔ اتنی اچھی سوچ اور مخلص طبیعت کے مالک۔ میں تو کہتی ہوں ہر لڑکی کو تم جیسا شوہر ملنا چاہیے۔ تمہاری تو جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ ہمیں تو فخر ہے کہ تم ہمارے کزن ہو۔" میں نے جومنہ میں آیا اس کی تعریف میں بک دیا اور جوش خطابت میں یہ بھی دھیان نہیں دیا کہ وہ میرے عین سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ بقول ماہین کے "رو بھا! جب تم منہ کھولتی ہو تو تمہیں سننا اور کھانی پینا بند ہو جاتا ہے۔" ابھی بھی جب میں سانس لینے کے لیے تھکی تو اسے بغور اپنی طرف دیکھتے پایا۔ مجھے شک سا ہوا کہ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ شاید وہ میری باتوں کو جھوٹ سمجھ کر تمسخر اڑا رہا تھا۔ تبھی میں نے پریچین انداز میں کہا۔

"لیچین کرو میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔ تم جیسا ہم

سفر تو قسمت والوں کو ملتا ہے۔ سومیر نے بھی تمہیں پسند نہیں کیا وہ تو بس زبا کو پسند کرتی تھی اس لیے تمہیں بھلا کون ریلوے کر سکتا ہے۔ تم تو اتنے ذہین آتے پسند سم ہو۔ اب تم داد کو اپنی پسند کی لڑکی کا ہاتھ گے تو میں ضرور تمہاری مدد کروں گی۔"

"تمہیں کس نے کہا کہ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے؟" سینے پر ہاتھ پٹینے ہوئے اس نے مجھے گھورا تو اس کے لب و لہجے کی سختی سے مجھے اندازہ ہوا کہ اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے چکر میں میں کچھ اور ہو گئی تھی۔

"میرا یہ مطلب نہیں۔ وہ تو میں۔" میں نے مصالخانہ انداز میں پھر سے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو وہ درشت لہجے میں بولا۔

"اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ تو بہت بہتر ہو گا۔ کیونکہ مجھے لڑکیوں کا یوں زندہ نہاتے ہوئے اپنے بیزارم میں آنا قطعاً پسند نہیں۔"

لوتی۔ کہاں کی ہمدردی اور کہاں کا اچھا پن۔ میرے تو تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ اب بندے میں ذرا سی بھی ہمت ہو تو پوچھتے کہ میں کون سا اس سے رو نہیں بگھارنے یا صبح آج اچھے شملن کے طور پر اس کی شکل دیکھنے کے لیے اس کے کمرے میں آئی تھی۔ یہ تو وہی بات ہوئی کی نماز بخشنا نے آئے تھے اور روزے کھلے پڑ گئے۔ اب اسے منہ پر تو برا بھلا نہیں کہہ سکتی تھی سو محض منہ پھلائے یا ہر چلی آئی۔ جہاں وہ لوگ میرا انتظار کر رہی تھیں۔

"اللہ کرے از میرٹ! تمہاری شادی وہیں ہو جہاں لڑکی تم سے شادی پر بالکل بھی رضامند نہ ہو۔" انہیں ساری بات مرچ مصالحے کے ساتھ بتانے کے بعد میں نے اپنے مخصوص انداز میں اسے بد دعا دی تھی۔

"کہیں بھی ہو جائے تمہاری بد دعا ضرور پوری ہو جائے گی۔ بھلا کون لڑکی بھائی ہو ش و حواس اس مرتکبے قتل سے شادی پر راضی ہوگی۔" فائز نے ہمدردی سے میرا شانہ چھپتے پاتے تو ذرا صبر نہ کر پائی تھی۔

”خالمو۔ میرا ایک ہی تو پیتا ہے خوبصورت بھائی لائے گا۔“

اور یہ فیصلہ بھی اسی روز ٹھیک چند روٹ کے بعد باشتے کی میز پر ہو گیا۔ میری بددعا اس قدر سرعت سے اثر کرے گی یہ مجھ معصوم نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

”اب تمہاری بھی شادی ہو جانی چاہیے میو! دادو کی محبت اور شفقت پھر سے لوٹ آئی تھی۔ وہ ناشتا کرتے ہوئے مسکرایا۔

”نہیں دادو! جب تک یہ لڑکیاں اس گھر میں ہیں تب تک تو میں شادی نہیں کروں گا۔“

”اف۔“ میں دانت چیر کر رہ گئی۔ ایسا کون سا تباب پس گھر میں لارہا تھا کہ ہم جیسی خوبصورت اور خوب سرت (نظام خون) لڑکیوں میں اسے کیڑے دکھائی دینے لگے تھے۔

”تو اس میں کون سی ناممکن بات ہے۔ تب تک منگنی تو ہو سکتی ہے۔ یہ۔ اس طرح ایک دو سرے کو جانے اور سمجھنے کا موقع بھی مل جائے گا۔“ ہائے۔

دادو کی یہ روشن خیالی۔ (مگر صرف پوتوں کے لیے) ہمیں بے تحاشہ رشک آیا تھا۔ سب نے دادو کی ہاں میں ہاں ملائی سوائے ہم ”نامحرموں“ کے۔ جو ایک بار پھر سے اس کے دشمنوں کی فرست میں آچکی تھیں۔

دادو اس کی پسند کی لڑکی کی خصوصیات کو چھ رہی تھیں۔ ”بس دادو! شکل و صورت تو واجبہ بھی چلے گی یہاں بہت فرائض وار سمجھ دار اور ذمہ دار ہو۔“

”بھوہو! ارگنا بھول گئے ہیں محترم۔“ میں نے جھک کر اپنے گروپ سے قافیہ شیر کیا تو وہ اپنی اسی رہانے لگیں۔

”تو پھر عام بھی بتاؤ اپنی پسند کی لڑکی کا۔“ دادو بڑے شاندار موڈ میں تھیں۔ ہم بیچاریوں کے دلوں پر تو خیر کڑی ہی چل گئیں جنہیں ابھی تک اپنی پسند کے چارٹ پسند کی بھی ممانعت تھی۔

”مگر اسے نہیں دادو! یہ تو آپ کا بڑا رشٹ ہے۔“ وہ فرائض واری کے دیکھاؤ توڑ رہا تھا اور سب اس کے

”گروپ و گرواب“ دیکھ کر واری قربان جا رہے تھے۔ ”جی میری بددعا انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور پر پھیلا کر پورے کمرے کا پتھر لگانے کے بعد میرے سر پر آکر اڑنے لگی۔

”تو پھر ٹھیک ہے تمہارے ساتھ ساتھ گھر کی ایک لڑکی بھی ٹٹ جائے گی۔“ دادو اطمینان سے کہہ رہی تھیں۔

”نہیں۔ لڑکی نہ ہوئی بھیڑ بکری ہوئی۔“ میرا دھیان کہیں اور تھا۔

”تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں نے تمہارے لیے روٹ کا کوچنا ہے۔ یعنی اپنوں کے عیب تو خود ہی دھکنے پڑتے ہیں۔“ دادو نے چمکا لگایا تھا۔ چند لمحوں کے بعد جب بات میری سمجھ میں آئی تو میرا کھانا پیا سب باہر آنے لگا۔

”نہیں دادو۔ میں بھلا کیسے۔“

”لو فوف۔ مجھے پتا ہے لڑکی! تمہیں ابھی از میر کے لیول پر آنے میں بہت تاخیر چاہیے مگر مجھے میو پر پورا بھروسہ ہے یہ سب سیٹ کر لے گا۔“

اپنی دانست میں تو دادو مجھ پر احسان عظیم کر رہی تھیں۔ اور اصرار غصیلابٹ سب کی خوشی اور خیر سے بے نیاز باشتے میں مصروف تھا۔ میں واقعی کسی مظلوم بھیڑ بکری کی طرح اپنے گروپ کی طرف دیکھنے لگی جس کی نظروں میں میرے لیے ہمدردی ہی ہمدردی تھی۔

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ

ایئر میوسٹس

اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، ۲۷، دیوبازار، کراچی